ایک مدت بعد قابل ادائیگی دیون کی زکوٰۃ

خالد سیف اللہ رحمانی

زکوٰۃ واجب ہونے کی بنیادی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ اموالِ زکوٰۃ کے مالک کو اپنے مال پر ملکیت تامہ حاصل ہو، ملکیت تامہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کا مالک بھی ہو اور اس مال میں تصرف کرنے کے مؤقف میں بھی ہو، تصرف کی صلاحیت کو بعض فقہاء نے ''قبضہ'' سے تعبیر کیا ہے، یعنی اموالِ زکوٰۃ مالکان کی ملکیت میں بھی ہوں اور قبضہ میں بھی، یہیں سے یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر ایک شخص کا کسی کے ذمہ دَین باقی ہو، خواہ یہ دَین قرض کی صورت میں ہو یا مالِ تجارت کی قیمت ہو، یا دَین کی کوئی اور شکل ہو، تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ــــ کیوں کہ ایک طرف وہ مال اس کے قبضہ میں نہیں ہے، اس لحاظ سے ''ملکیت تامہ'' حاصل نہیں ہے، دوسری جہت یہ ہے کہ وہ از خود قبضہ سے دست بردار ہوا ہے اور اس مال پر قبضہ کے سلسلے میں مدیون کی حیثیت دائن کے وکیل و نائب کی ہے، اس لحاظ سے اسے اپنے مال پر 'ملکیت تامہ' حاصل ہے، پس ان دو مختلف جہتوں کی وجہ سے فقہاء نے یہ بحث کی ہے کہ دیون میں زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں اور اگر واجب ہوگی تو کن دیون میں؟

جس دَین کے وصول ہونے کی توقع نہ ہو

اس سلسلے میں جمہور کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جس دَین کے وصول ہونے کی توقع نہ ہو، مثلاً: مدیون لاپتہ ہوگیا ہو، دَین کا انکار نہیں کرتا ہو؛ مگر دیوالیہ ہو چکا ہو یا دَین کا انکار کرتا ہو اور گواہان موجود نہ ہوں، یا ہوں مگر ایسا ظالم شخص ہو کہ اس سے دَین کا مطالبہ کرنا دشوار ہو، تو ایسے دَین میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی؟ بعض فقہاء نے اسے ''مالِ ضمار'' سے تعبیر کیا ہے؛ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں مروی ہے کہ ان سے پہلے بنو امیہ کے ظالم بادشاہوں نے لوگوں سے ان کے جو مال ظلماً اور جبراً حاصل کئے تھے، آپ نے انھیں بیت المال سے واپس کرنے کا حکم دیا اور واپس کرتے ہوئے موجودہ سال کی زکوٰۃ لینے کا حکم دیا، پچھلے سالوں کی زکوٰۃ لینے سے منع فرمایا؛ کیوں کہ وہ 'مال ضمار' کے حکم میں تھا :

وتؤخذ زكاته لما مضى من السنين ثم عقب بعد ذلك بكتاب أن لا تؤخذ منه إلا زكاة واحدة فإنه كان ضماراً ۔ (۱)

گذرے ہوئے سالوں کی بھی زکوٰۃ لی جائے گی، پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ ان سے صرف ایک ہی سال کی زکوٰۃ لی جائے؛ کیوں کہ ان کا مال ضمان کے درجہ میں تھا۔

یہ رائے امام ابوحنیفہؒ (۲) اور مالکیہ کی ہے: قال مالک : يقوم المدير الدين من أرض وغيره إن كان يرتجيه وإن كان لا يرتجيه لم يقومه ، (۳) شوافع کا ایک قول بھی یہی ہے، (۴) جب کہ امام ابویوسف، امام محمدؒ (۵)، امام احمدؒ (۶) اور ایک قول کے مطابق امام شافعیؒ (۷) کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ دَین کے وصول ہونے کی اُمید رہی ہو یا نہ رہی ہو، جب وصول ہوگیا تو گذشتہ سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جس کے وصول ہونے کی توقع ہو

جس دَین کے وصول ہونے کی توقع ہو، اس سلسلے میں فقہاء کے درمیان جو اختلاف رائے پایا جاتا ہے، اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

حنفیہ :

حنفیہ میں امام ابوحنیفہؒ اور ان کے صاحبین امام ابویوسف اور امام محمدؒ کی رائیں مختلف ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دَین قوی میں زکوٰۃ واجب ہوگی، دَین صغیف میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی اور دَین متوسط کے سلسلے میں ایک قول زکوٰۃ کے واجب ہونے کا ہے اور ایک قول واجب نہ ہونے کا، علامہ علاء الدین کاسانیؒ نے دیون کی ان قسموں کی تعریف اور ان کے احکام کے سلسلے میں اس طرح وضاحت کی ہے :

أما القوى : فهو الذى وجب بدلا عن مال التجارة كثمن عرض التجارة من ثياب التجارة وعبيد التجارة أو غلة مال التجارة ولا خلاف فى وجوب الزكاة فيه إلا أنه لا يخاطب بأداء شيئ من زكاة ما مضى مالم يقبض أربعين درهما فكلما قبض أربعين درهما أدى درهما واحدا وعند أبى يوسف و محمد كلما قبض شيئا يؤدى زكاته قلّ المقبوض أو كثر ۔

---

(۱) رواه مالك فى المؤطا:۱۰۷۔ (۲) بدائع الصنائع:۸۸/۲۔
(۳) التاج والإكليل:۵۵/۳، نیز دیکھئے: منح الجليل:۳۷۸/۳۔
(۴) شرح المهذب:۲۲/۶۔ (۵) بدائع الصنائع:۸۸/۲۔
(۶) المغنى:۲۶۹/۴۔ (۷) المجموع:۲۲/۶۔

دین قوی وہ ہے جو مالِ تجارت کے بدلے واجب ہوا ہو، جیسے تجارتی سامان یعنی کپڑے، غلام یا مالِ تجارت میں اضافہ کی قیمت، اس میں زکوٰۃ واجب ہونے میں کوئی اختلاف نہیں؛ البتہ گزرے ہوئے دنوں کا زکوٰۃ کے مخاطب اس وقت تک نہیں ہوں گے جب تک وہ چالیس درہم (نصاب کے پانچویں حصہ) پر قبضہ نہیں کرلیں، پھر جب چالیس درہم پر قبضہ حاصل ہوجائے تو وہ اس پر ایک درہم ادا کریں گے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک جتنا قبضہ کرتا جائے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا جائے، چاہے قبضہ میں آنے والا عوض کم ہو یا زیادہ۔

وأما الدين الضعيف ، فهو الذى وجب له بد لا عن شيئ ، سواء وجب له بغير صنعه كالميراث أو بصنعه كالو صية أو وجب بدلا عما ليس بمال كالمهر وبدل الخلع والصلح عن القصاص وبدل الكتابة ولا زكاة فيه مالم يقبض كله يحول عليه الحول بعد القبض ۔ (۱)

اور دین ضعیف وہ ہے جو کسی چیز کے بدلے میں واجب ہوا ہو، چاہے اس میں انسان کے فعل کو دخل نہ ہو، جیسے میراث یا انسان کے فعل کو دخل ہو، جیسے وصیت یا وہ ایسی چیز کے بدلے میں واجب ہوا ہو، جیسے: مہر، بدل خلع، قصاص پر صلح کی رقم بدل کتابت، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، جب تک پورے مال پر قبضہ نہ ہوجائے اور قبضہ کرنے کے بعد اس پر سال نہ گزر جائے۔

محیط برہانی میں بھی احناف کے مسلک کی بہتر طور پر توضیح کی گئی ہے؛ چنانچہ فرماتے ہیں:

يجب أن يعلم بأن من عليه الدين لا يخلوا إما أن يكون مقرا بالدين أو جاحدا له ، وإما أن يكون مليئا أو مفلسا ، فإن كان مليئا وكان مقرا بالدين فلا يخلو إما أن وجب الدين بدلا عما هو مال التجارة كبدل الدراهم والدنانير وعروض التجارة وما أشبهه وهو الدين القوى ، أو وجب بدلا عما هو مال إلا أنه ليس للتجارة كثمن عبيد الخدمة وما أشبهه وهو الدين الوسط ، أو وجب بدلا عما هو ليس بمال كالمهر والدية وبدل الخلع والصلح عن دم العمد وما أشبهه وهو الدين

(۱) بدائع الصنائع: ۲/۹۰۔

الضعيف ، وما وجب بدلا عما هو مال التجارة فحكمه عند أبي حنيفة أن يكون نصابا قبل القبض تجب فيه الزكاة ولكن لا يجب فيه الأداء مالم يقبض منه أربعين درهما ، وما وجب بدلا عما هو مال إلا أنه ليس للتجارة فحكمه في رواية عنه أنه لا يكون نصابا قبل القبض ، وعلى هذه الرواية اعتمد الكرخي ، وفي رواية الأصل عنه أن يكون نصابا قبل القبض يجب فيه الزكاة ولكن لا يجب فيه الأداء مالم يقبض منه مائتي درهم ، وما وجب بدلا عما ليس بمال فحكمه على قوله الأول أن يكون نصابا قبل القبض ، وعلى قوله الآخر لا يكون نصابا قبل القبض وهو الصحيح ، وقد فرق على قوله الآخر بينما وجب بدلا عما ليس بمال أصلا ، وفيما وجب بدلا عما هو مال ۔ (۱)

اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ جس شخص پر دین واجب ہو یا تو اس کو دین کا اقرار ہوگا یا وہ اس کا منکر ہوگا اور یا وہ مالدار ہوگا یا مفلس ہوگا، تو اگر مالدار ہے اور اسے دین کا اقرار ہے تو پھر یا تو یہ دین مالِ تجارت کے عوض واجب ہوا ہوگا، جیسے درہم و دینار، سامان تجارت اور اس طرح کی چیزوں کا بدل یہ دین قوی ہے، یا مال کے بدلہ میں تو واجب ہوگا، مگر مالِ تجارت کے بدلے میں نہیں ہوگا، جیسے: خدمت میں کے رکھے ہوئے غلام کی قیمت اور اس طرح کی دوسری چیزیں یہ دین وسط ہے، یا ایسی چیز کے بدلے میں واجب ہوگا جو مال نہیں ہے، جیسے: مہر، دیت، بدل خلع، قتل عمد میں صلح پر مبنی مال اور اس طرح کی دوسری صورتیں یہ دَین ضعیف ہے، تو جو دَین مالِ تجارت کے عوض میں واجب ہوا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کا حکم یہ ہے کہ وہ قبضہ سے پہلے بھی نصاب ہے اور اس میں زکوٰۃ واجب ہے؛ لیکن جب تک چالیس درہم تک قبضہ نہ ہو جائے زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں اور جو دَین غیر تجارتی مال کی بنیاد پر واجب ہو تو امام ابوحنیفہؒ کی ایک روایت کے مطابق قبضہ سے پہلے وہ نصاب نہیں، امام کرخیؒ نے اس قول پر اعتماد کیا ہے اور کتاب الاصل کی روایت کے مطابق قبضہ سے پہلے بھی نصاب شمار کیا جائے گا اور اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ لیکن جب تک دوسو درہم پر

---

(۱) المحیط البرھانی:۳/۲۴۴۔

قبضہ نہیں کیا زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی اور اگر دَین ایسی چیز کے بدلے واجب ہو جو مال نہیں ہے تو پہلے قول کے مطابق اس کا حکم یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے بھی وہ نصاب ہے اور دوسرے قول کے مطابق قبضہ سے پہلے نصاب نہیں ہے اور یہی درست ہے اور اس دوسرے قول کے مطابق جب دین کسی مال کا عوض نہ ہو اور جب مال (غیر تجارتی ہو) کا عوض ہو تو دونوں کے درمیان فرق کیا جائے گا (یعنی پہلی صورت میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور دوسری صورت میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی)۔

وأما الدين الوسط : فما وجب له بدلا عن مال ليس للتجارة كثمن عبد الخدمة وثمن ثياب البذلة والمهنة ، وفيه روايتان عنه ، ذكر في الأصل : أنه تجب فيه الزكاة قبل القبض ؛ لكن لا يخاطب بالأداء مالم يقبض مائتي درهم فإذا قبض مائتي درهم زكى لما مضى ، وروى ابن سماعة عن أبي يوسف عن أبي حنيفة أنه لا زكاة فيه حتى يقبض المائتين ويحول عليه الحول من وقت القبض وهو أصح الروايتين عنه ۔ (۱)

دَین وسط وہ ہے جو غیر تجارتی مال کے بدلے واجب ہو، جیسے خدمت کے لئے رکھے گئے غلام اور استعمال اور پہننے کے کپڑے اور اس کی قیمت، اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ سے دو روایتیں منقول ہیں، کتاب الاصل میں ہے کہ اس میں قبضہ سے پہلے بھی زکوٰۃ واجب ہوگی ؛ لیکن جب تک دوسو درہم پر قبضہ نہ ہو جائے زکوٰۃ کے ادائیگی کے مخاطب نہیں ہوں گے، اگر دوسو درہم پر قبضہ ہو جائے تو وہ گذشتہ دنوں کی بھی زکوٰۃ ادا کریں گے اور ابن سماعہ نے بواسطہ امام ابو یوسفؒ امام صاحب سے نقل کیا ہے کہ جب تک دوسو درہم پر قبضہ نہ ہو جائے اور قبضہ کے بعد اس پر سال نہ گزر جائے اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، امام صاحب سے یہ روایت زیادہ صحیح ہے۔

امام ابوحنیفہ ؒ کے پیش نظر یہ ہے کہ جو دین مالِ تجارت کے بدلہ میں ہو، وہ بھی مالِ تجارت کے حکم میں ہے؛ اس لئے اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور جو دین مالِ تجارت کا عوض نہیں ہے؛ بلکہ کسی اور مال یا خدمت کا عوض ہے، اس کا درجہ اس سے کم ہے۔

---

(۱) بدائع الصنائع:۹۰/۲۔

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بھی عاقلہ پر واجب ہونے والی دیت اور مال کتابت کے سوا تمام دیون میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے :

> **وقال أبو يوسف و محمد : الديون كلها سواء و كلها قوية تجب الزكاة فيها قبل القبض إلا لدية على العاقلة ومال الكتابة فإنه لا تجب الزكاة فيها أصلا مالم تقبض ويحول عليها الحول ۔ (۱)**
>
> امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ تمام دیون برابر ہیں اور سب کے سب قوی ہیں، ان میں قبضہ سے پہلے زکوٰۃ واجب ہوگی ؛ البتہ عاقلہ پر واجب ہونے والی دیت اور مال کتابت مستثنیٰ ہیں کہ جب تک قبضہ نہ ہوجائے اور سال نہ گزر جائے ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک زکوٰۃ کی ادائیگی کے اعتبار سے دیون تین طرح کے ہیں، ایک: وہ جن میں ہر سال زکوٰۃ واجب ہوتی رہے گی، یہ حکم ''تاجر مدیر'' کے سامانِ تجارت کی واجب الاداء قیمت کے بارے میں ہے اور ''تاجر مدیر'' سے وہ تاجر مراد ہے، جو موجودہ قیمت میں خرید وفروخت کرتا ہو۔

دوسرے: وہ دَین ہے کہ دَین وصول ہونے کے بعد اس پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے —— یہ حکم قرض کے طور پر دیئے ہوئے دَین کے بارے میں اور ''تاجر محتکر'' کے دَین کے بارے میں ہے، تاجر محتکر سے وہ تاجر مراد ہے، جو سامان کو روک کر رکھتا ہو؛ تاکہ اسے زیادہ قیمت میں فروخت کر سکے، قریب قریب یہ وہی صورت ہے، جس کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے 'دین قوی' سے تعبیر کیا ہے۔

تیسرے: وہ دَین ہے کہ وصول ہونے کے بعد جب سال گزر جائے، تب اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی، جب تک وہ مدیون کے ذمہ ہے، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، جیسے: مہر، یا جنایت کا عوض وغیرہ، جس کو فقہاء حنفیہ نے 'دَین ضعیف' سے تعبیر کیا ہے۔(۲)

شوافع :

شوافع کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دَین مویشی یا خوردنی اشیاء کا ہو، تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، اس کے

---

(۱) بدائع الصنائع:۲/۹۰۔

(۲) مالکیہ کے مسلک کے لئے دیکھئے: التاج والاکلیل:۳/۵۵، منح الجلیل شرح مختصر الخلیل:۳/۳۷۸۔

علاوہ درہم ودینار یا سامانِ تجارت کے عوض جو دَین واجب ہو، اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ زکوٰۃ کی ادائے گی دَین وصول ہونے کے بعد واجب ہوگی اور اس وقت وہ پوری مدت کی زکوٰۃ ادا کرے گا؛ البتہ بعض فقہاء شوافع کی رائے ہے کہ دَین مؤجل میں مطلق زکوٰۃ واجب نہیں، وصول ہونے کے بعد جب سال گذر جائے تب زکوٰۃ واجب ہے، یہ رائے ابوعلی بن ابی ہریرہؒ سے منقول ہے،(۱) یہی رائے صحابہ میں حضرت عائشہؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور بعد کے اہل علم میں عکرمہؒ سے بھی منقول ہے،(۲) علامہ نوویؒ نے شوافع کی رائے کا خلاصہ اس طرح ذکر کیا ہے :

قال أصحابنا : الدين ثلاثة أقسام : أحدها : غير لازم كمال الكتابة فلا زكاة فيه بلا خلاف لما ذكره المصنف ، الثاني : أن يكون لازما وهو ماشية ، بأن كان له في ذمة إنسان أربعون شاة سلما أو قرضا فلا زكاة فيها أيضا بلا خلاف ؛ لأن شرط زكاة الماشية السوم ولا توصف التي في الذمة بأنها سائمة ، الثالث : أن يكون دراهم أو دنانير أو عرض تجارة وهو مستقر ، ففيه قولان مشهوران ، القديم : لا تجب الزكاة في الدين بحال لأنه غير معين ، والجديد الصحيح باتفاق الأصحاب وجوب الزكاة في الدين على الجملة ، وتفصيله أنه إن تعذر استيفائه لإعسار من عليه أو جحوده ولا بينة أو مطله أو غيبة فهو كالمغصوب ، وفي وجوب الزكاة فيه طرق تقدمت في باب زكاة الماشية والصحيح وجوبها ۔ (۳)

ہمارے اصحاب کہتے ہیں کہ دَین کی تین قسمیں ہیں: ایک وہ جو لازم نہ ہو، جیسے مالِ تجارت، بالاتفاق اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ لازم ہو اور یہ چوپائے میں زکوٰۃ کے واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ اسے چراگاہ میں چرایا جاتا ہو اور جو جانور دوسروں کے ذمہ ہیں وہ سائمہ نہیں ہوسکتا، تیسری صورت یہ ہے کہ دَین درہم ودینار اور سامان ایسے تجارت کی صورت میں ہے جو قائم ہے، اس سلسلے میں دو مشہور قول ہیں: قولِ قدیم یہ ہے کہ دَین میں کسی مالِ زکوٰۃ میں واجب نہیں ہے؛

(۱) المهذب مع المجموع:۶/۲۰۔ (۲) المغنی:۴/۲۷۰۔

(۳) المجموع شرح المهذب:۷/۲۱، نیز دیکھئے: الحاوی للماوردی:۳/۲۶۳، تحفۃ المحتاج فی شرح المنهاج:۱۳/۱۹۔

اس لئے کہ وہ متعین نہیں اور صحیح قول جدید یہ ہے کہ ان سب پر زکوٰۃ واجب ہوگی، اس پر فقہاء شوافع کا اتفاق ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ مدیون کی تنگدستی کی وجہ سے یا اس کے انکار یا گواہی فراہم نہ ہونے کی وجہ سے یا اس کے ٹال مٹول کرنے کی وجہ سے یا اس کے غائب ہونے کی وجہ سے اگر دَین کا وصول کرنا دشوار ہو تو وہ مالِ مغصوب کے حکم میں ہے اور اس میں زکوٰۃ واجب ہونے کے سلسلے میں کئی صورتیں ہیں، جانوروں کی زکوٰۃ کے سلسلے میں ان کا ذکر آچکا ہے، صحیح یہی ہے کہ ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔

حنابلہ :

حنابلہ کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر قسم کے دَین میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ زکوٰۃ کی ادائے گی دَین پر قبضہ کے بعد واجب ہوگی :

وجملة ذلک أن الدين على ضربين : أحدهما : دين على معترف به باذل له فعلى صاحبه زكاته إلا أنه لا يلزمه إخراجها حتى يقبضه فيؤدى لما مضٰى ، روى ذلک عن على رضى الله عنه ، وبهذا قال الثورى وأبوثور وأصحاب الرأى ۔ (۱)

خلاصہ یہ ہے کہ دَین کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ دَین جس کا مدیون کو اعتراف ہو اور وہ اس کے ادا کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو صاحب دَین پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ جب تک قبضہ نہ ہو جائے زکوٰۃ نکالنا واجب نہیں ہوگا، قبضہ کے بعد گزرے ہوئے دنوں کی بھی زکوٰۃ ادا کرے گا، حضرت علی ﷛ سے بھی یہی رائے نقل کی گئی ہے، سفیان ثوریؒ، ابوثورؒ، اصحاب الرائے اس کے قائل ہیں۔

مذاہب کا خلاصہ

پس مذاہبِ اربعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ :

(الف) جمہور کے نزدیک جس دین کی وصولی کی اُمید ختم ہوگئی ہو، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں۔

(ب) مالِ تجارت کے عوض کے طور پر جو دَین باقی ہو، اس میں زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ شوافع کے نزدیک مویشی اور خوردنی اشیاء میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

---

(۱) المغنی: ۲۶۹/۴، نیز دیکھئے: الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف: ۲۱/۳، الشرح الکبیر لإبن قدامه: ۴۴۳/۲۔

(ج) قرض کے طور پر جو دَین واجب ہو، اس میں بھی جمہور (حنفیہ، شوافع، حنابلہ) کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہوگی؛ مالکیہ کے یہاں وصول ہونے کے بعد صرف ایک سال کی واجب ہوگی، یہی نقطۂ نظر سعید بن مسیّب، عطاء بن ابی رباح، عطاء خراسانی اور ابوالزناد رحمہ اللہ کا بھی ہے۔(۱)

(د) جو دَین مالِ تجارت کے عوض نہ ہو یا کسی خدمت کے عوض ہو، جمہور کے نزدیک اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

دَین حال

جہاں تک دَین مؤجل اور دَین حال کی بات ہے، تو اکثر فقہاء نے نفس وجوب میں ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کیا ہے، فرق اس بات میں کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کا ادا کرنا کب واجب ہے؟ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، تاجر مدیر کے دَین کی شکل میں امام مالک رحمہ اللہ، راجح قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ، نیز امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے نزدیک دَین مؤجل میں جب تک مال پر قبضہ نہیں ہوجائے، زکوٰۃ کی ادائے گی واجب نہیں ہوگی؛ البتہ دَین پر قبضہ کے بعد پوری مدت کی زکوٰۃ واجب ہوگی، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہ اللہ اور ایک قول کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قبضہ سے پہلے ہی دائن کے لئے اس کی زکوٰۃ کا ادا کرنا واجب ہوگا؛ کیوں کہ مدیون کا قبضہ دائن کے قبضہ کے حکم میں ہے 'بخلاف دَین حال کے' دَین حال میں اگر مدیون خوش حال ہو تو سبھوں کے نزدیک قبضہ سے پہلے ہی زکوٰۃ کی ادائیگی واجب ہوجائے گی، اس سلسلے میں علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ کی یہ تحریر واضح ہے کہ :

> **وظاهر كلام أحمد أنه لا فرق بين الحال والمؤجل ؛ لأن البراءة تصح من المؤجل ولو لا أنه مملوك لم تصح البراءة منه لكن يكون فى حكم الدين على المعسر لأنه لا يمكن قبضه فى الحال ۔ (۲)**
>
> امام احمدؒ کے کلام سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دَین مال اور دَین مؤجل کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے؛ اس لئے کہ دَین مؤجل سے بری کرنا معتبر ہوتا ہے، اگر وہ اس کی ملکیت نہ ہوتا تو اس سے بری کرنا درست نہیں ہوتا؛ لیکن وہ تنگدست شخص کے ذمہ واجب دَین کے حکم میں ہوتا ہے؛ اس لئے کہ فی الحال اس پر قبضہ کرنا ممکن نہیں۔

موجودہ عہد میں دَین مؤجل کی صورتیں

پہلے زمانہ میں دَین مؤجل کی صورت محدود اور سادہ نوعیت کی تھی، عام طور پر ضرورت مندوں ہی کو طویل

---

(۱) المغنی:۴/۲۷۰۔ (۲) المغنی:۴/۲۷۱۔

مدت کی سہولت پر قرض دیئے جاتے تھے، بیع مؤجل میں ثمن مشتری کے یہاں باقی ہوتی تھی، بیع سلم میں مبیع بائع کے یہاں باقی ہوتی تھی، معاملات کی یہ صورتیں عام طور پر سادہ طریقہ پر روزمرہ کی ضروریات کو پوری کرنے کے لئے ہوتی تھیں، استثمار کے طور پر ''تاجیل'' کا استعمال نہیں ہوتا تھا، موجودہ دور میں اسلامی مالیاتی اداروں نے بہت سے معاملات کو مؤجلا استثمار کے لئے استعمال کرنا شروع کیا ہے؛ اس لئے اس دور میں دیون مؤجلہ کی اہمیت بڑھ گئی ہے، ان دیون سے مدیون کو بھی فائدہ پہنچتا ہے کہ اس کو کاروبار کے لئے رقم مل جاتی ہے اور کاروبار فروغ پاتا ہے، دوسری طرف دائن کو بھی نفع حاصل ہوتا ہے — اس طور پر دیون مؤجلہ کی چند مروجہ صورتیں یہ ہیں :

- فکس ڈپازٹ : ربوی بینکوں میں یہ طریقہ انٹرسٹ کے حاصل کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے اور افسوس کہ بہت سے مسلمان اس میں گرفتار ہیں، اسلامی بینکوں میں مضاربت، شرکت، یا وکالت بالاستثمار وغیرہ کے طریق پر رقم محفوظ کرائی جاتی ہے؛ تاکہ حلال طریقہ پر نفع حاصل کیا جائے۔
- باؤنڈز (سندات) کی صورت میں رقم مشغول کرنا : جس میں ایک مقررہ وقت میں متعینہ اضافہ کے ساتھ بینک یا کمپنی رقم واپس کرتی ہے، اگرچہ کہ یہ صورت انٹرسٹ کی ہے؛ اس لئے جائز نہیں ہے؛ لیکن اصل رقم جائز ہے، جو اس میں مشغول کی گئی ہے اور باؤنڈز جاری کرنے والوں کے ذمہ اس کی حیثیت دَین کی ہے۔
- اسلامی بینکوں اور مالیاتی اداروں نے باؤنڈز کے متبادل کے طور پر ''صکوک'' کی صورت کو وجود بخشا ہے، یہ ''صکوک'' بھی بعض اوقات ایسے مالِ تجارت کی نمائندگی کرتے ہیں، جو دوسرے کے ذمہ دَین ہیں، جیسے :
- صکوک سلم : جس میں مبیع بائع کے ذمہ باقی ہوتی ہے۔
- صکوک استصناع : یہ بھی صانع کے ذمہ واجب الاداء مصنوعات کی نمائندگی کرتا ہے۔
- صکوک مضاربت یا صکوک مشارکت : مضارب اور شریک کے پاس موجود رأس المال کی نمائندگی کرتا ہے — اور سلم، استصناع، مضاربت اور شرکت کی مقررہ مدت پر قابل ادائے گی ہوتا ہے۔
- مرابحہ للآمر بالشراء : اس میں مبیع کی قیمت مشتری کے ذمہ دَین ہوتی ہے۔
- آج کل بعض اسلامی بینک ضرورت مندوں کو نقد سرمایہ فراہم کرنے کے لئے ''تورق'' کا طریقہ اختیار کرتے ہیں، جس میں ایک شخص کوئی سامان خرید کر دوسرے سے کم قیمت میں اُدھار فروخت کر دیتا ہے، اس میں بھی مشتری پر قیمت دَین مؤجل کی صورت میں واجب الاداء ہوتی ہے۔
- سلم : جس میں بائع پر مبیع دَین ہوتی ہے۔
- استصناع : جس میں مبیع بائع پر اور بعض اوقات ثمن کا کچھ حصہ مشتری پر دَین ہوتا ہے؛ کیوں کہ استصناع عقد کی ایک ایسی صورت ہے، جس میں فریقین کی طرف سے عوض ''دَین'' ہوسکتا ہے۔

○ انشورنس میں جمع شدہ رقم : اگر چہ تجارتی انشورنس جائز نہیں ہے اور اس میں جو زائد رقم ادا کی جاتی ہے، وہ ربا ہے؛ لیکن اصل رقم حلال ہے، اس میں زکوٰۃ ان صورتوں میں واجب ہوگی، جن میں حادثہ پیش نہ آنے کے باوجود رقم قابل واپسی ہوتی ہے، جن میں رقم قابل واپسی نہیں ہوتی، وہ دَین کے حکم میں نہیں ہے؛ اس لئے ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

○ عام طور پر گورنمنٹ ملازمین کی ماہانہ تنخواہ سے کچھ رقم کاٹ لی جاتی ہے اور مدت ملازمت کی انتہاء پر حکومت اضافہ کے ساتھ وہ رقم واپس کرتی ہے، اس میں اضافہ شدہ رقم ملازم کا حکومت یا کمپنی پر دَین ہے ہی نہیں؛ کیوں کہ یہ حکومت یا کمپنی کی طرف سے تبرع ہے اور جب حکومت یہ رقم دے دے، جب ہی وہ اس کا مالک ہوتا ہے؛ لیکن جو رقم قانون کے تحت کاٹ لی جاتی ہے، وہ اگر چہ دَین ہے؛ لیکن دائن کو اس پر ملکیت تامہ حاصل نہیں؛ کیوں کہ وہ اس میں کسی قسم کا تصرف نہیں کرسکتا؛ لہٰذا اگر چہ یہ دَین مؤجل ہے؛ لیکن اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہونی چاہئے اور یہی علماء ہند کا فتویٰ ہے۔

○ شیئرز کی خرید وفروخت میں ایک طریقہ ''مارجن سیل'' کا ہے؛ اگر چہ عام طور پر بہت تھوڑی مدت کے لئے اس میں خریدار شیئرز اُدھار خرید کر پھر اسے بیچ دیتا ہے؛ لیکن فی الجملہ یہ بات ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنا شیئر دوسرے شخص سے زیادہ مدت کے لئے اُدھار فروخت کرے، بشرطیکہ شیئر ایسے مال کی نمائندگی کرتا ہو، جس کی اُدھار خرید وفروخت جائز ہے۔

یہ چند شکلیں ہیں، اس کے علاوہ اور بھی متعدد صورتیں ہوسکتی ہیں، جن میں ایک فریق کا عوض دوسرے کے ذمہ دَین ہو اور یہ دَین ایک مقررہ مدت کے بعد قابل ادائے گی ہو۔

اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں کہ دیون کی زکوٰۃ کے سلسلے میں فقہاء کے ان اقوال کی بنیاد عام طور پر نصوص پر نہیں ہے؛ بلکہ شریعت کے مقاصد اور اس کے بنیادی اُصولوں کو سامنے رکھ کر اجتہاد سے کام لیا گیا ہے اور دونوں جہتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں، یہ بھی کہ فقراء کا فائدہ ہو اور ان کو ان کا حق ملے، اور یہ بھی کہ زکوٰۃ چوں کہ مواساۃ کے قبیل سے ہے اور زکوٰۃ مالِ نامی میں واجب ہوتی ہے؛ اس لئے ایسا نہ ہو کہ مالکانِ مال جس مال میں تصرف کرنے کے موقف میں بھی نہ ہوں، ان میں بھی زکوٰۃ واجب قرار دے دی جائے اور ان کے حق میں زیادتی ہوجائے۔

خلاصۂ بحث

ان جہتوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس حقیر کی رائے یہ ہے کہ :

(الف) کسی بھی وجہ سے جس دَین کی وصولی کی اُمید باقی نہیں رہی ہو، خواہ مدیون کے مفلس و دیوالیہ ہونے کی وجہ سے یا اس کے انکار کی وجہ سے، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

(ب) تجارت اور استثمار کی بنیاد پر جو دیون مؤجلہ دوسرے کے ذمہ ہوں، ان کی زکوٰۃ واجب ہوگی؛ البتہ دائن کو اختیار ہوگا کہ سال بہ سال زکوٰۃ ادا کرتا رہے یا وصول ہونے کے بعد پوری مدت کی زکوٰۃ ادا کرے، زکوٰۃ کا وجوب اس لئے ہوگا کہ یہ مالِ تجارت کا بدل ہے؛ لہٰذا جو حکم مالِ تجارت کا ہے، وہی حکم اس کا بھی ہونا چاہئے، اور دَین وصول ہونے کے بعد پوری مدت کی زکوٰۃ ادا کرنے کی سہولت اس لئے کہ اس میں دونوں کے حقوق کی رعایت ہے، زکوٰۃ ادا کرنے والوں کو سہولت مل جاتی ہے اور فقراء کو ان کا حق مل جاتا ہے —— یہی جمہور فقہاء کی رائے ہے۔

(ج) قرضِ حسنہ کے طور پر جو دَین لیا جائے، اگر وہ ایک سال سے زیادہ مدت تک قابل ادائے گی ہو تو موجودہ دور میں قرض وصول ہونے کے بعد ایک سال کی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہونا چاہئے، پوری مدت کی نہیں، جیسا کہ مالکیہ، سعید ابن مسیّب اور عطاء ؒ وغیرہ کا مذہب ہے؛ کیوں کہ قرضِ حسنہ خالصتاً تبرع ہے، جو زیادہ تر کرنسی کی شکل میں دیا جاتا ہے، افراطِ زر کی وجہ سے کرنسی کی قدر میں مسلسل کمی ہوتی جاتی ہے، اگر کسی شخص نے ایک لاکھ ڈالر کسی شخص کو پانچ سال کے لئے بطور قرض کے دیئے تو پانچ سال کے بعد اس کی قوت خرید ۷۵ ہزار ڈالر کی ہو جاتی ہے، پھر اگر ہم اس پر مزید ساڑھے ۱۲ ر ہزار ڈالر گذشتہ پانچ سال کی زکوٰۃ بھی واجب قرار دیں، تو قریب قریب چالیس فیصد اصل رقم سے وہ محروم ہو جائے گا؛ اس لئے موجودہ حالت میں یہ عدل اور اعتدال پر مبنی رائے نظر آتی ہے۔

(د) جو دَین مالِ تجارت کے عوض میں نہ ہو اور نہ قرضِ حسنہ ہو؛ بلکہ غیر تجارتی مال یا خدمت یا کسی اور حق کا عوض ہو، اس میں زکوٰۃ واجب نہیں، جب دَین وصول ہو جائے اور حولانِ حول بھی ہو جائے تب اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

هذا ما عندی واللہ أعلم بالصواب وعلمه أتم وأحكم۔

○ ○ ○